قرآن کریم کا ادیان باطلہ سے سلوک، اصول مخاصمہ کی روشنی میں

Quran's Methodology with false religions In the Light of Principles Al-Mokhasma

* رابعہ کرم دین
** ڈاکٹر نور حیات خان

Abstract

The knowledge of Mokhasma mean to argue and discussion with opponents and enemy. According to the knowledge of Al-mokhasma; false beliefs of Jews, Christians and hypocrites are to be explained and their beliefs are rejected in the light of Quran and Sunnah.

Quran is the last book among all the revealed books which is revealed on the last holy prophet Muhammad (PBUH).This is only book whose responsibility is taken by god. Imam Shah Waliullah has divided the knowledge of Quran into five types, one of them is knowledge of Al-mokhasma. The synonyms of knowledge of Al-mokhasma are; debate, discussion and dialogue. In Quran it has mentioned the dialogue and discussion of false religions, not in a way of opposing the opposition but the god and the universe are affected by the imagination, creed, rules and principles. These principles include morality, patience, altitude, equality, justice, discipline, not forcefulness and common sense. In Al-Mokhasma dialogue has special importance in; the dialogue between Allah and man, the dialogue between Allah and prophets and dialogue between prophets and nations are remarkable. The invitation is a process due to which condition of heart changes. No person can tolerate his beliefs, rituals, ideologies and family reputation unless his preacher has the qualities of good hearted, well pleasing and generousity.

....

*(پی ایچ۔ڈی اسکالر (علوم اسلامیہ) نمل، اسلام آباد)
** (سپروائزر) (ایسوسی ایٹ پرفیسر (شعبہ علوم اسلامیہ) نمل، اسلام آباد)

انسانی زندگی میں مخاصمہ کی ضرورت واہمیت اور افادیت:

انسانی زندگی میں مخاصمہ کی ضرورت و اہمیت اور افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ قرآن مجید میں باطل ادیان سے جو مکالمہ اور مجادلہ کیا گیا ہے، محض مخالفت کی بنیاد پر نہیں بلکہ کائنات اور خالقِ کائنات کے متعلق روا رکھے گئے تصوراور عقیدہ اوراس پر مرتب ہونے والے اثرات کو مد نظر رکھ کر انسانوں کی رہنمائی کے لیے خاص اصول پیشِ نظر رکھے ہیں۔ مخاصمہ سے مراد دشمنی اور مخالفت کرنے والے سے بحث ومباحثہ ہے اور علم مخاصمہ سے مراد وہ علم ہے جو قرآن مجید کی نظر میں گمراہ اقوام؛ مشرکین، یہود، نصاری اور منافقین کے باطل عقائد کو اس کی روشنی میں واضح کیا جائے۔ قرآن مجید تمام الہامی کتابوں میں سے وہ آخری کتاب ہے جو اللہ تعالی کے آخری نبی حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئی۔اس واحد الہامی کتاب کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لی ہے۔امام شاہ ولی اللہ محدث الدھلوی نے قرآن کے علوم کو پانچ اقسام میں تقسیم کیا ہے۔ان میں سے ایک علم مخاصمہ ہے۔اس کے مترادفات میں سے جدل ،مناظرہ، مناقشہ اور حوار ہیں۔ان اصول و قواعد میں اخلاص و محبت، صبر و تحمل، تواضع، عدل، حق کا امتیازی ہونا، اصولی انداز بحث، زبردستی سے گریز، اور عقل وبصیرت کا استعمال شامل ہیں۔ مخاصمہ کے عمل کو خاص اہمیت حاصل ہے ،جن میں :اللہ تعالی کے اولوالعزم انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مکالمے، انسانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا مکالمہ ،انبیاء کرام علیہم السلام کا اپنی اقوام کے ساتھ مکالمہ قابل ذکر ہیں۔ دعوت ایک ایسا عمل ہے ،جس کے نتیجے میں قلبی حالت تبدیل ہو جاتی ہے۔ کوئی شخص اس وقت تک اپنے عقائد، رسومات، نظریات اور خاندانی وقار کے تقاضوں کو نہیں بھلا سکتا، جب تک اسے داعی کی بے لوثی، نیک نیتی اور خیر خواہی کا یقین نہ ہو جائے۔

مخاصمہ ہماری زندگی کا لازمی حصہ ہے۔اپنی سوچ اور نظریہ دوسروں تک پہنچانے کے لئے اور ان کو قائل کرنے کے لئے ہم بحث کرتے ہیں۔ مگر بحث ومباحثہ کے اصولوں سے ناواقفیت کی بنا پر ہم اکثر و بیشتر دوسروں کو قائل کرنے میں ناکام ہوتے ہیں۔ یہاں بحث ومباحثہ کے دس ایسے اصول ذکر کئے جاتے ہیں جن کو اپنانے سے ہم اپنی بات آسانی سے دوسروں کو ذہن نشین کرواسکتے ہیں۔

ا: اہم اور ضروری نکات مکمل طور پر ذہن نشین ہونے چاہئے۔ جو حقائق آپ مخاطب سے منوانا چاہتے ہیں ان کی مکمل تحقیق کرنی چاہئے۔ آپ کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ آپ مباحثہ کیوں کر رہے ہیں اور آپ اس مباحثہ

کے نتیجے میں کیا چاہتے ہیں۔ اگر چہ یہ ایک عام سی بات معلوم ہوتی ہے مگر یہ انتہائی اہم ہے کیونکہ آپ اپنا نقطہ نظر سمجھانا ہی نہیں چاہتے بلکہ ایک مفید نتیجہ بھی حاصل کرنا چاہتے ہیں جس کے لئے آپ کو اپنے آپ سے پوچھنا چاہیئے کہ یہ نتیجہ قابل حصول ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو زبانی جھگڑا اچھے تعلقات کو ختم کرنے کا سبب بن سکتا ہے۔

۲: وقت کو پہچاننا۔ یقینا آپ نے کئی مباحثوں کے بعد محسوس کیا ہو گا کہ یہ وقت مناسب نہیں تھا۔ اس لئے بحث ومباحثہ کرتے ہوئے وقت کو مد نظر رکھنا چاہیئے کہ یہ وقت مباحثہ کے لئے مناسب ہے یا نہیں؟؟

۳: کیا کہنا ہے اور کیسے کہنا ہے۔ بحث ومباحثہ سے پہلے کچھ وقت اس پر صرف کریں کہ آپ اپنا نقطہ نظر کیسے پیش کریں گے۔ بدن بولی {باڈی لینگوئج}، الفاظ کا چناو اور لہجے کا اتار چڑھاو آپ کے دلائل کو مضبوط اور موثر بنانے میں آپ کی مدد کریں گے۔

۴: بولنے سے زیادہ سننا چاہیئے۔ اپنے مخاطب کو غور سے سنو اور اس کے الفاظ کے پیچھے معانی پر غور کرو۔ ایک چوتھائی وقت سننا چاہیئے مگر سننے کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہے کہ آپ مخاطب کو سننے کے دوران یہ سوچتے رہے کہ آپ نے اگلی بات کیا کرنی ہے۔ اس طرح آپ ایک ہی بات کو بار بار گھماتے رہیں گے اور مخاطب آپ سے اتفاق نہیں کر سکے گا۔ اس کے بر عکس غور سے سننا بسا اوقات بحث ومباحثہ کا پانسا پلٹ دیتا ہے۔

۵: اپنے دلائل کے ان تمام پہلوؤں کا احاطہ کرو جس پر مخاطب اعتراض کر سکتا ہے۔ اس طرح ان سوالات کے جوابات پہلے ہی آپ کے پاس موجود ہوں گے چنانچہ پیش آمدہ مسائل کی پیش بندی ہو جائے گی۔ مخاطب کے متوقع حقائق اور ان حقائق کے بر آمد ہونے والے نتائج کو چیلنج کرو۔ مخاطب کے نقطہ نظر سے اتفاق کرو مگر اس کی کمزوری بیان کرو۔

٦ : چالاکی کا مظاہرہ۔ بحث ومباحثہ ویسے ہی پر سکون نہیں رہتا جیسا کہ شروع میں ہوتا ہے۔ چنانچہ فریق مخالف کے وار کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ نیز بوقت ضرورت ذاتی حملوں اور سوال پر سے توجہ ہٹانے کے لئے مختلف حربوں کا استعمال بھی مفید ہو گا۔

۷: عام مجمع میں بحث و مباحثہ کی مشق۔ ابہام سے پرہیز کریں اور اپنی بات بالکل واضح انداز میں کریں۔ وضاحت کریں اور بھڑکنے سے اجتناب کریں۔

۸: واضح اور دوٹوک انداز کو ترجیح دیں۔ مسجع اور مقفع الفاظ کے بجائے آسان، دوٹوک اور چھبتے الفاظ کا انتخاب کریں نیز آسان زبان استعمال کریں۔

۹: تعطل کو حل کرنے والے بنیں۔ دوران مباحثہ نئے راستوں کو تلاش کریں۔ مثلا کہاں اپنے نقطہ نظر کو دوسرے زاویہ سے بیان کرنا ہے۔ کہاں مخالف کو آمادہ کرنے کے لئے پریشر ڈالنا چاہیئے اور کہاں سمجھوتہ کرنا چاہیئے۔

۱۰: دوستی برقرار رکھو۔ اس مباحثہ سے آپ کا مقصد کیا ہے؟؟ مخالف کی ذلت، اس کو پھنسانا اور نیچا دکھانا یا اس کو بھڑکانا؟؟ ہوسکتا یہ چیزیں وقتی طور پر آپ کو اچھی لگیں یا آپ کی تسکین کا ذریعہ بنیں مگر آپ کئی دن تک اپنے رویہ پر پشیمان رہیں گے۔ ایسا راستہ اپنائے جو دونوں کے لئے قابل قبول ہو۔ تعلق کی ڈوری ٹوٹنے مت دیں کیا پتہ کل کو پھر بحث و مباحثہ کی ضرورت پڑ جائے۔

قرآن مجید اور مخاصمہ:

"اصول مخاصمہ "ایک اہم فن ہے، لیکن افسوس کہ بہت بعد میں لوگوں نے اس طرف دھیان دیا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ کتب تفسیر کے مقدموں اور لغت، اصول فقہ، علوم قرآن کی کتابوں میں اس سے متعلق کچھ مواد ضرور بکھرے ہوئے تھے۔ "اصول مخاصمہ" مختلف نام و عنوان سے اہل علم کے یہاں جانا جاتا ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ اس کے لغوی اصطلاحی مفاہیم کے ساتھ اس کے مترادفات اور پس منظر سے بھی بحث کی جائے۔

علم المخاصمہ کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم مترادفات اور وسعت:

لغوی طور پر مخاصمہ کا لفظ عربی زبان سے لیا گیا ہے اس کا عام مفہوم ہے:

بحث و مباحثہ، دشمنی کرنے والا، مخالفت کرنے والا، تنازع اور باہمی عداوت۔ اس کا مادہ اصلی "خصم" ہے۔

جیسا کہ لسان العرب میں ہے:

خصم:الخصومة:الجدل خاصمه خصاماومخاصمة فخصمه يخصمه
خصما:غلبه بالحجة،والخصومة الاسم من التخاصم والاختصام۔[1]

(تنازعہ، خصومت، لڑائی جھگڑا کو کہتے ہیں، اس شخص نے جھگڑا کیا، اس پر دلیل وحجت سے غلبہ پایا اور خصومت، تخاصم اور اختصام سے اسم ہے جو باب تفاعل اور افتعال سے مصدر کا صیغہ بنتا ہے۔)

اس بنیاد پر علم مخاصمہ میں تشارکِ جانبین ہوتا ہے، جو مباحثہ اور مناظرہ میں شریک ہوتے ہیں۔ کتاب العین میں ہے:

اختصم القَوْم وتخاصموا وخاصَمَ فلانٌ فلاناً مُخاصَمَةً وخِصاماً (2)

(اختصم القوم لوگوں نے باہم جھگڑا کیا اور فلاں نے فلاں سے مخاصمہ کیا یعنی باہمی مباحثہ اور مناظرہ کیا)۔

انگریزی زبان میں اس کے لیے Dialogue، عربی میں حوار اور مجادلہ ومناظرہ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

لغوی اور اصطلاحی مفہوم میں مناسبت:

مخاصمت کی لغوی معنیٰ میں جانبین کی مشارکت پائی جاتی ہے اور اصطلاحی معنیٰ میں دینِ اسلام یا قرآن مجید کا باطل فرقوں سے ادلہ کے ذریعے مباحثہ، مجادلہ اور مناظرہ مراد ہے۔ پس یہ علمِ مخاصمہ و مناظرہ ادلہ کے ذریعے ان مذاہب پر کائنات، موجودات اور مؤجدِ کائنات کے بارے میں اور اس کے بھیجے ہوئے رسولوں اور انبیاء علیہم السلام کے بارے میں صحیح تصور اور معلومات کو ان کے سامنے لانا ہے۔ تاکہ حق، حق اور باطل، باطل قرار پائے اور انسانیت کو درست رہنمائی فراہم ہو سکے۔

علمِ مخاصمہ کے مترادفات:

علم المخاصمہ کے مترادفات میں سے جدل، مناظرہ، مناقشہ اور حوار ہیں۔

جدال/مجادلہ: مجادلہ کے لغوی معنیٰ بیان کرتے ہوئے ابنِ منظور لکھتے ہیں:

"وجادل جدالاً ومجادلة۔اذاخاصم بما يشغل عن ظهور الحق ووضوح الصواب" (3)

(اس نے خوب مناظرہ کیا تاکہ حق اور ثواب سے مشغول رکھیں)۔

مجادلہ کا اصطلاحی معنیٰ:

قال الآمدی:هی المدافعة لاسكات الخصم (4)

(اصطلاح میں "مجادلہ" مدمقابل کو خاموش کرنے کے لیے دفاع کا نام ہے)۔

قرآن مجید میں مجادلہ کا لفظ ایسے مواقع پر استعمال ہوا ہے جو ناپسندیدہ اور غیر سنجیدہ ہیں مثلا: ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَجَادَلُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ﴾ (5)

(انہوں نے بے بنیاد باتوں کے ذریعے جھگڑا کیا تاکہ اس کے ذریعے حق (کا اثر) زائل کر دیں)۔

یہاں انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ کفار کے جھگڑے کو مجادلہ مذمومہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

مجادلہ کا مفہوم:

مباحثہ و مناظرہ کے لیے قرآن مجید میں جدال کے الفاظ آئے ہیں، تاہم اسے احسن طریقے سے کرنے کا حکم دیا ہے، جس میں حکمت و دانائی اختیار کی جائے۔

﴿وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾ (6)

(اور اے مسلمانو کتابیوں سے نہ جھگڑو مگر بہتر طریقہ پر)۔

مناظرہ: مناظرة: جمع مناظرات مصدر نَاظَرَ-المناظر لغة: يقال ناظر فلانا: صار نظير له، وناظر فلاناً: باحثه وباره فى المجادلة، وناظر الشئ بالشئ؛ جعله نظيرا له فالمناظرة ماخوذة من النظير أو من النظر بالبصيرة۔ (7)

(مناظرہ مناظرات کی جمع ہے، اور ناظر سے مصدر ہے۔ "مناظر" لغت ہم جیسے کو کہا جاتا ہے۔ وہ اس جیسا ہو گیا۔ اور اس نے اس سے مباحثہ کیا اور لڑائی میں آگے بڑھ گیا، اس لیے کہ اسے اس جیسا بنا دیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ مناظرہ نظیر سے، یا نظر بمعنی بصیرت سے ماخوذ ہے)۔

مناظرہ: باہمی بحث، مباحثہ اور تکرار کو کہتے ہیں۔ جو لغوی طور پر ناظر یناظر باب مفاعلہ سے مصدر ہے۔ (8)

مناقشہ: مخاصمہ کے مترادفات میں سے ایک مناقشہ ہے جو ناقش یناقش سے مصدر کا صیغہ ہے۔ جیسا کہ تاج العروس میں ہے:

مناقشة: مصدر نَاقَشَ، المناقشة لغة: يقال: نقش الشئ نقشاً: بحث عنه واستخرجه، ويقال: نقش الشوكة بالمنقاش، ونقش الحق من فلان، وناقشه منزقشه ونقاشا استفصى فى حسابه ولايخرج المعنىٰ الاصطلاحى عن المعنىٰ اللغوى (9)

(اس نے کسی چیز کے بارے میں ٹوہ لگائی اور اسے ڈھونڈ نکالا۔ اس نے فلاں سے حق کے بارے میں گفتگو کی)۔

اس بنیاد پر مناقشہ، جھگڑا، قضیہ اور نزاع کو کہتے ہیں۔[10]

حوار: حوار بھی مخاصمہ کے مترافات میں سے ہے۔ عربی لغات میں:

اَلْحِوَار: حَدِيْثٌ يَجْرِي بَيْنَ شَخْصَيْنِ أو أكْثَر فِي العَمَلِ الْقَصَصِي،أو بَيْنَ مُمَثَّلَيْنِ أو أكْثَر[11]

(یعنی دو یا دو سے زیادہ اشخاص یا کرداروں کے درمیان قصہ گوئی کے ماحول میں ہونے والی بات چیت)

قرآن پاک میں لفظ حوار دو افراد کے درمیان یوں آیا ہے:

﴿قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَكَفَرْتَ بِالَّذِي خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ سَوَّاكَ رَجُلًا﴾[12]

(اس کے ساتھی نے اس سے کہا اور وہ اس سے تبادلہ خیال کر رہا تھا تو نے اس (رب) کا انکار کیا ہے، جس نے تجھے مٹی سے پیدا کیا، پھر ایک تولیدی قطرہ سے پھر تجھے (جسمانی طور پر) پورا مرد بنا دیا)۔

اردو تفاسیر میں مخاصمہ کے متنوع پہلو

علم المخاصمہ سے مراد قرآن کریم میں چار گمراہ فرقوں یعنی یہودیوں، عیسائیوں، مشرکین اور منافقین سے بحث و مباحثہ ہے[13]، جس میں تبعاً دیگر باطل فرقے اور اہلِ ملل وادیان شامل ہیں، جو زندگی گزارنے، کائنات اور خالقِ کائنات کے متعلق وہ تصور اور عقیدہ نہیں رکھتے جو، قرآن مجید بیان کرتا ہے، بلکہ کسی نہ کسی طریقے سے اس کی مخالفت کرتے ہیں۔

قرآن مجید کے اصولِ مکالمہ:

قرآن مجید میں باطل ادیان سے جو مکالمہ اور مجادلہ بیان ہوا ہے، محض مخالفت کی بنیاد پر نہیں، بلکہ کائنات جو موجودات اور خالقِ کائنات کے متعلق روا رکھے گئے تصور اور عقیدہ کو اور اس پر مرتب ہونے والے اثرات کو مدنظر رکھ کر انسانوں کی رہنمائی کے لیے خاص اصولوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے کیا ہے۔ جن کا مختصر تذکرہ درج ذیل سطور میں کیا جاتا ہے۔

1۔ اخلاص و محبت:

اللہ تعالیٰ کا انبیاء کے ساتھ مکالمے یا بحث اور پیغمبروں کا اپنی قوموں کے ساتھ مکالمے سے اخلاص و محبت کے جذبات جھلکتے نظر آتا ہے لہذا ایک مسلمان اور داعی کے لیے اس میں پیغام ہے کہ وہ اخلاص و محبت سے یہ کام سر انجام دے تاکہ دنیا و آخرت میں اس کے اچھے اثرات نکلیں ۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِنْ نَجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا﴾[14]

(اُن کے اکثر مشوروں میں کچھ بھلائی نہیں، مگر جو حکم دے خیرات یا اچھی بات یا لوگوں میں صلح کرنے کا اور جو اللہ کی رضا چاہنے کو ایسا کرے، اسے عنقریب ہم بڑا ثواب دیں گے)۔

لہذا اسلام کا مقصد مکالمہ برائے خیر و بھلائی ہے، بغیر مقصد مکالمے کا کوئی فائدہ نہیں، خیر کا کوئی نہ کوئی پہلو اس میں مد نظر رکھنا ضروری ہے۔

2۔ حق گوئی:

حق گوئی و سچائی اہم انسانی کام اور خدمت ہے۔ لہذا مکالمہ کے اصولوں میں سے حق گوئی اور سچائی ایک اہم اسلامی اصول ہے ،جو آداب مخاصمہ کی بنیادی وصف ہے اور بندہ مومن کا شعار بتایا گیاہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُواقَوْلًاسَدِيدًا﴾[15]

(اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کرو)۔

مقاصدِ مکالمہ کو مد نظر رکھتے ہوئے حق کی طرف دعوت دی جائے اور اسے اختیار بھی کیا جائے اور ناحق و باطل بات کو رد کیا جائے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ﴾[16]

(تاکہ حق حق ہو کر رہے اور باطل باطل ہو کر رہ جائے)

قرآن پاک کا تقاضا ہے کہ باطل کو واضح طور پر رد کرتے ہوئے حق کو اختیار کیا جائے۔اس ضمن میں کسی کی بے جا تعریف و توصیف بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ اسلام ایک طرف اگر سچائی اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے،تو دوسری طرف یہ بھی اصول دیتا ہے کہ سچائی کو پروان جڑھانے کے لیے ہمیشہ سچے لوگوں کا ساتھ دیا جائے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾ (17)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کا ساتھ دو۔

قرآنی اسلوب واصول میں سے ایک اصول وعظ و نصیحت بھی ہے، جس میں حکمت و بصیرت کار فرما ہو۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾ (18)

(آپ (ﷺ) لوگوں کو اپنے پروردگار کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت سے بلائیں اور ان کے ساتھ پسندیدہ طریقہ سے بحث کیجئے)۔

دنیا میں اسلام اور صرف اسلام ایک مکمل دین ہے۔ یہ وہ نظریہ حیات ہے جو زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہے، جو تمام انسانی مسائل کا فطری اور آسان حل پیش کرتا ہے۔ پھر منبع اور مصدر وحی ربانی ہے۔ لہذا اس نہایت روشن اور محفوظ دین کے طریقوں کو چھوڑ کر دوسرے باطل طریقے اختیار کرنا گمراہی کے سوا کچھ نہیں۔ اس لیے آپ ﷺ نے بجا فرمایا ہے:

((مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ)) (19)

(جو زندگی کے معاملات میں کسی اور قوم کی تہذیب کو اپنائے گا وہ اسی قوم کا فرد شمار ہو گا)۔

3۔ عدل وانصاف:

سب سے بڑا عادل اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہیں لہذا مومنوں کے لیے یہی پیغام ہے کہ وہ عدل و انصاف کو پروان

چڑھائے۔ اس لحاظ سے مخاصمہ کرتے وقت عدل وانصاف کا پایا جانا اہم اصول ہے۔ اسلام نے دو جھگڑتے ہوئے فریقین کے درمیان صلح کروانا بہت بڑی نیکی قرار دی ہے، تاہم انصاف کو لازم اور ضروری قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَن تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ۚ﴾ (20)

(اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو)۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَى﴾ (21)

ترجمہ: جب بات کرو عدل وانصاف سے اگرچہ وہ قرابت دار کیوں نہ ہو۔

یہاں یہ بات مد نظر رکھنی چاہیے کہ اپنوں اور غیروں، دوستوں اور دشمنوں کے ساتھ ہر حال میں انصاف کو مد نظر رکھا جائے۔ اس لیے کہ جس طرح ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے مکالمہ کارآمد ہے اس طرح سماج میں امن وسلامتی کے لیے عدل وانصاف ضروری ہے۔

4۔ تواضع اور سادہ اسلوب میں گفتگو:

اپنی بات کو صحیح طور پر مخاطب کو سمجھانے کے لیے زبان کی فصاحت وبلاغت، اچھا اور آسان فہم اسلوبِ بیان کامیاب گفتگو کا حصہ بنا لینا چاہیئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے توصیف بیان کرتے ہوئے مخالفین سے یہ بات کہلوائی:

﴿وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ﴾ (22)

(اور میں بناوٹی لوگوں میں نہیں ہوں)۔

5۔ صبر وتحمل:

قرآنی اور پیغمبرانہ مکالمات سے صبر و تحمل کا پیغام ملتا ہے۔ لہذا دعوت دین کے مکالمات میں جلد بازی سے گریز کیا جانا چاہیئے۔ کوئی بات جو دیگر اہلِ ادین کے ساتھ درپیش ہو، بار بار اسے دہرانے میں کوئی حرج نہیں۔ اس سلسلے میں صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا جائے اور درگزر سے کام لیا جائے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ﴾ (23)

(اے نبی ﷺ! نرمی اور درگزر کا طریقہ اختیار کرو۔ معروف کی تلقین کیجئے اور جاہلوں سے اعراض کرو)۔

خود آپ ﷺ کا یہ طریقہ تھا کہ تفہیم کے لیے بات کو کئی بار دھراتے تا کہ مقصد حاصل ہو جائے۔

6۔ حق پر مبنی پیغام:

مکالمہ کے مقاصد میں سے ایک یہ ہے کہ تبلیغ دین کی نیت سے مخاصمہ کرنا مسلمانوں پر فرض ہے اور اسی فرض کی ادائیگی کا اولین حکم نبی کریم ﷺ اور ان کے ذریعہ امت کو اس طرح دیا جا رہا ہے۔

﴿يَاأَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ﴾(24)

(اے پیغمبر! جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے وہ لوگوں تک پہنچا دو)۔

چونکہ اسلام میں تبلیغ دین ایک فریضہ ہے۔ اس کے لیے مکالمہ ایک وسیلہ ہے۔ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

((بَلِّغُوا عَنِّی وَلَو اٰیَةً))(25)

(میرا پیغام تمام بنی نوع انسان کو پہنچا دو، چاہے وہ پیغام ایک آیت قرآنی ہی کیوں نہ ہو)۔

اسلام میں مکالمہ بین المذاہب ایک مقدس مذہبی فریضہ ہے، جس کا مقصد تبلیغ دین، صداقت اور حقانیت کو پھیلانا اور تمام مذاہب کے لوگوں کو اس کا قائل کرنا ہے۔ یہ علم المخاصمہ کے وہ اصول و مقاصد ہیں جو شریعت کے مطابق ہیں۔ اہلِ مذاہب کے ساتھ بحث و مباحثہ کرتے ہوئے ان اصول و مقاصد کو مد نظر رکھنا چاہیے۔ جھوٹ کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ بلا تحقیق بات آگے نقل کر دی جائے، جس سے اسلام نے منع کیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ﴾(26)

(اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لو کہ کہیں کسی قوم کو بے جانے ایذا نہ دے بیٹھو پھر اپنے کئے پر پچھتاتے رہ جاؤ)۔

حدیث میں بلا تحقیق سنی سنائی باتوں کو پھیلانے سے روکا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((كفى بالمرء كذبا أن يحدث بكل ما سمع))(27)

(کسی انسان کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ ہر سنی سنائی بات (بغیر تحقیق کے) آگے بیان کر دے)۔

7۔ بحث و مباحثہ میں مشترکات کو ترجیح دینا:

قرآنی مکالمات کا ایک خاص اصول یہ بھی ہے کہ ایسی باتوں سے آغاز کرنا چاہیئے ،جو مشترکات کے قبیل سے ہو، کیونکہ اس قرآنی سلوب کا لحاظ کرتے ہوئے بعض اوقات افہام و تفہیم کے ایسے بے شمار پہلو نکل آتے ہیں جو ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتے، جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ہماری راہنمائی ان الفاظ میں فرمائی ہے:

﴿قُلْ يَاأَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾(28)

(اے اہلِ کتاب! ایسی بات کی طرف آؤ جو ہم اور تم میں مشترک ہے کہ "اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، نہ کسی کو اس کا شریک بنائیں اور نہ ہم میں سے کوئی اللہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو رب بنائے)۔

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ مذاہب کے درمیان جو اقدار مشترک ہیں، پہلے ان کی طرف دعوت دی جائے، جو مستقبل کے مزید مکالمات کا پیش خیمہ ثابت ہوگا، لہذا اختلافی مباحث سے ابتداءً پرہیز کیا جائے۔

8۔ زبردستی سے گریز:

دین اسلام میں زبردستی اور جبر سے روکا گیا ہے۔ یہ مذہبی حق ہے، جو ہر انسان کو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ﴾(29)

(کچھ زبردستی نہیں دین میں بے شک خوب جدا ہو گئی ہے نیک راہ گمراہی سے)۔

9۔ عقل و دانش کی پزیرائی کرنا:

بنیادی طور پر اسلام ایک عقلی مذہب ہے، تاہم عقل کو لامحدود بھی تصور نہیں کرتا، بلکہ اس کو مہمیز دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ﴾(30)

(اور اللہ تعالیٰ کا طریقہ یہ ہے کہ جو لوگ عقل سے کام نہیں لیتے، ان پر گندگی ڈال دیتا ہے)۔

اسلام نے ہمیشہ اپنے دلائل و براہین میں عقل و بصیرت سے کام لینے پر انسان کو ابھارا ہے۔ اور جو لوگ اس سے کام نہیں لیتے انہیں بے عقل، ہٹ دھرم اور جاہل قرار دیا ہے۔

10۔ اسلام کا عقلی و نقلی دلائل پر انحصار:

اسلام ایک ایسے نظامِ زندگی گزارنے کا نام یا طریقہ ہے جو ہمیں دو ذرائع سے حاصل ہوا ہے۔ ایک عقلی۔ دوسرا نقلی۔ بالفاظ دیگر اگر ایک طرف اسلامی تعلیمات و ہدایات عقلی پیمانے پر بھی پوری اترتی ہیں، تو دوسری طرف پندرہ صدیوں سے ہر صدی میں تین یا چار نسلیں متواتر طور پر یہ پیغام ہمیں پہنچاتی آرہی ہیں۔ مزید یہ کہ ان

نسلوں کا کردار غیر متعصبانہ صداقت اور حق پرستی کا حامل رہا ہے۔لہذا ان کا عمل بھی ہمارے لیے بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔

علم المخاصمہ کا تاریخی پس منظر:

قرآن پاک تمام الہامی کتابوں میں سے آخری کتاب ہے، جو اللہ تعالی کے آخری نبی حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئی۔ یہ واحد الہامی کتاب ہے، جس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود لی ہے یہ الہامی کتاب لفظ بالفظ محفوظ ہے اور دین اسلام کی پیروی کرنے والوں کو مکمل رہنمائی فراہم کرتی ہے تاکہ ان کی زندگی اسلام کے سنہری اصولوں کے مطابق بسر ہو سکیں۔لہذا علمائے امت نے اس گراں قدر کتاب کے معانی مکالب بیان کرنے میں عرصہ دراز سے غوطہ زنی کی ہے تاکہ اس سے راہنمائی لینے والوں کے لیے آسانی ہو۔امام شاہ ولی اللہ الدھلوی نے اسی طرح قرآن مجید میں غوطہ زنی کرکے اس کے علوم کو پانچ اقسام میں تقسیم کیا ہے، جسے علوم خمسہ کا نام دیا ہے جو درج ذیل ہیں:

1۔ علم الاحکام

2۔ علم المخاصمہ

3۔ علم التذکیر بآلاءاللہ

4۔ علم التذکیر بایام اللہ

5۔ علم التذکیر بالموت ومابعده(31)

قرآن مجید کی روشنی میں وسعتِ مخاصمہ

علمِ مخاصمہ میں گمراہ اقوام مشرکین، یہود، نصاریٰ اور منافقین کے باطل عقائد کو واضح کیا گیا ہے اور ان کے عقائد کو قرآن مجید اور سنت نبوی ﷺ کی روشنی میں رد کیا گیا ہے۔ علم المخاصمہ میں دو قسم کے موضوعات شامل ہیں۔ گویا قرآن مجید میں چار گمراہ قوموں مشرکین منافقین، یہود و نصاریٰ سے بحث و مباحثہ کیا گیا ہے یہ بحث ومباحثہ دو حصوں پر مشتمل ہے پہلے حصے میں ان گروہوں کے غلط عقیدوں کی تردید کی گئی ہے اور دوسرے حصے میں ان اعتراضات اور شبہات کا جواب دیا گیا ہے۔

باطل عقائد کا رد:

اس سے مراد یہ ہے کہ گمراہ اقوام مشرکین، یہود، نصاریٰ اور منافقین کے باطل عقائد کو شریعت اسلامیہ کی تعلیمات کی روشنی میں رد کرنا اور انہیں اس بات کا ثبوت دینا کہ دینِ اسلام سچا دین ہے اور تمہارے عقائد باطلہ سے اس دین کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

یہودی اپنی نسبت تورات کی طرف کرتے ہیں جو کہ بلاشبہ آسمانی کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ پر نازل فرمائی مگر آپ کے اس دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد یہودیوں نے اس کتاب میں ردوبدل کر دیا بہت سے اصل احکام کو اس میں سے نکال کر بعض باتیں اپنی طرف داخل کر دیں۔ اس طرح وہ کتاب الہی میں تحریف کے موجب بنے۔[32]

شکوک والشبہات کا رد:

اس سے مراد گمراہ اقوام کے شکوک و شبہات کا ذکر کرنا اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان کا رد کرنا شامل ہے۔[33]

عیسائی حضرت عیسیٰؑ پر نازل ہونے والی مقدس کتاب انجیل کو بگاڑ کر عیسائی بن گئے۔ عیسائی اور یہودی یہ دونوں فرقے اہل کتاب کہلاتے ہیں ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا۔

﴿يَاَهلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾[34]

ترجمہ: اے اہل کتاب! تم جانتے بوجھتے حق اور باطل کو کیوں آپس میں ملاتے ہو اور حق بات کو چھپاتے ہو۔

اللہ نے فرمایا کہ ان میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جو تلاوت کرتے وقت اپنی زبانوں کو اس طریقے سے موڑتے ہیں کہ تم اسے کتاب کا ہی حصہ سمجھو حالانکہ وہ کتاب میں سے نہیں ہوتا۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِندِ اللَّهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِندِ اللَّهِ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾۔[35]

ترجمہ: اور اس طریقے سے وہ اللہ پر جھوٹ کہتے ہیں حالانکہ وہ اپنی اس کذب بیانی کو خوب جانتے ہیں۔

تیسرے نمبر پر مشرکین پر بحث و مباحثہ کیا جائے گا۔

تیسرا گمراہ فرقہ مشرکوں کا ہے نزول قرآن کے زمانے میں عرب کے خطہ میں ان کی اکثریت تھی۔ ابتدا میں تو یہ لوگ دین براہیمی پر ہی تھے یعنی توحید پر ایمان رکھتے تھے لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان میں اختلاف شروع ہوا اور طرح طرح کے عقیدے بنا لیے۔ (36)

چوتھے نمبر پر منافقین پر بحث و مباحثہ کیا گیا ہے، جن کے مزید دو قسم ہیں۔

1۔ اعتقادی منافق

2۔ عملی منافق

اعتقادی منافقین کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا:

﴿ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ﴾(37)

ترجمہ: بے شک منافق دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہونگے۔

یہ وہ لوگ تھے جو بظاہر کلمہ پڑھتے تھے اور اسلام کے دوسرے احکام پر بھی عمل کرتے تھے اور مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھتے، زکوۃ ادا کرتے اور جہاد میں بھی شریک ہوتے تھے مگر ان کے باطن میں کفر بھرا ہوا تھا۔ حقیقت میں نہ تو یہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان رکھتے تھے اور نہ ہی پیغمبر کی رسالت کو مانتے تھے۔ یہ دراصل کافروں کی بدترین قسم ہے۔ (38)

دوسری قسم کے منافق عملی منافق کہلاتے ہیں یہ لوگ اللہ کی واحدانیت پیغمبر کی رسالت اور قیامت پر ایمان تو رکھتے تھے مگر ذاتی مفاد کی خاطر قوم اور برادری کی خاطر غلط رسوم کو نہیں چھوڑتے اور نت نئی بدعات کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں۔ یہ عملی منافق ہیں ان کی علامات بھی بتائی گئی ہیں۔

جب یہ بات کرتے جھوٹ بولتے جب وعدہ کرتے وعدہ خلافی کرتے اور جب جھگڑا کرتے تو گالی گلوچ پر اتر آتے۔ (39)

انبیاء ورسول کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا مکالمہ:

اس سلسلے میں چند اولوالعزم انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مکالموں کے احوال کا جائزہ لیا گیا ہے۔

1۔ آدم علیہ السلام کے ساتھ مکالمہ:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ مکالمہ ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

﴿وَقُلْنَا يَاآدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ﴾(40)

(اور ہم نے فرمایا اے آدم تو اور تیری بی بی اس جنت میں رہو اور کھاؤ اس میں سے بے روک ٹوک جہاں تمہارا جی چاہے مگر اس پیڑ کے پاس نہ جانا کہ حد سے بڑھنے والوں میں ہو جاؤ گے)۔

سورۃ الاعراف کے اندر اس مکالمہ قصہ آدم و ابلیس کے کچھ مزید ابلیسی تدابیر کا تذکرہ ہے۔

ترجمہ: شیطان نے آدم کو ورغلاتے ہوئے کہا۔ تمہیں تمہارے رب نے اس پیڑ سے اسی لئے منع فرمایا ہے کہ کہیں تم دو فرشتے ہو جاؤ یا ہمیشہ جینے والے۔ اور ان سے قسم کھائی کہ میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں۔ تو اتار لایا انہیں فریب سے پھر جب انہوں نے وہ پیڑ چکھا ان پر اُن کی شرم کی چیزیں کھل گئیں اور اپنے بدن پر جنّت کے پتے چپٹانے لگے اور انہیں ان کے رب نے فرمایا کیا میں نے تمہیں اس پیڑ سے منع نہ کیا اور نہ فرمایا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔ دونوں نے عرض کی اے رب ہمارے ہم نے اپنا آپ بُرا کیا تو اگر تُو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور نقصان والوں میں ہوئے۔ فرمایا اترو تم میں ایک دوسرے کا دشمن ہے اور تمہیں زمین میں ایک وقت تک ٹھہرنا اور برتنا ہے۔ فرمایا اسی میں جیو گے اور اسی میں مرو گے اور اسی میں اٹھائے جاؤ گے(41)۔

3۔ سورۃ طٰہٰ میں اس مکالمے کا اعادہ اور تاکید ہے کہ یہ تمہارا دشمن ہے تم کو ابدی جنت سے نہ نکالے جس میں ہر قسم کی آسائشیں تمہیں ملی ہوئی ہیں اور آخر میں یہ تاکید ہے کہ خبردار! دنیا میں تمہیں بھیجا جا رہا ہے لیکن میری راہنمائی و ہدایات کو ہمیشہ مد نظر رکھنا۔ لیکن جس نے میری یاد سے منہ پھیرا تو بیشک اس کے لئے تنگ زندگانی ہے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔(42)

2۔ سیدنا نوح علیہ السلام کے ساتھ مکالمہ:

آپ علیہ السلام ایک عرصہ دراز سے اپنی قوم میں توحید خالص کے دعوت کو پھیلاتے پھیلاتے اپنے بیٹے کو قوم کے ساتھ ہلاک ہوتے ہوئے دیکھا تو رب تعالیٰ سے یہ مکالمہ کیا:

﴿وَنَادَى نُوحٌ رَبَّهُ فَقَالَ رَبِّ إِنَّ ابْنِي مِنْ أَهْلِي وَإِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَأَنْتَ أَحْكَمُ الْحَاكِمِينَ۔ قَالَ يَانُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْأَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنِّي أَعِظُكَ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ ۔ قَالَ رَبِّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَسْأَلَكَ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ وَإِلَّا تَغْفِرْ لِي وَتَرْحَمْنِي أَكُنْ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۔ قِيلَ يَانُوحُ اهْبِطْ بِسَلَامٍ مِنَّا وَبَرَكَاتٍ عَلَيْكَ وَعَلَى أُمَمٍ مِمَّنْ مَعَكَ وَأُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِنَّا عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (43)

(اور نوح نے اپنے رب کو پکارا عرض کی اے میرے رب میرا بیٹا بھی تو میرا گھر والا ہے۔ اور بیشک تیرا وعدہ سچّا ہے اور تو سب سے بڑھ کر حکم والا۔ فرمایا اے نوح وہ تیرے گھر والوں میں نہیں بیشک اس کے کام بڑے نالائق ہیں تو مجھ سے وہ بات نہ مانگ جس کا تجھے علم نہیں۔ میں تجھے نصیحت فرماتا ہوں کہ نادان نہ بن۔ عرض کی اے میرے رب میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ تجھ سے وہ چیز مانگوں جس کا مجھے علم نہیں اور اگر تو مجھے نہ بخشے اور رحم نہ کرے تو میں زیاں کار ہو جاؤں۔ فرمایا گیا اے نوح کشتی سے اتر ہماری طرف سے سلام اور برکتوں کے ساتھ جو تجھ پر ہیں اور تیرے ساتھ کے کچھ گروہوں پر اور کچھ گروہ ہیں جنہیں ہم دنیا برتنے دیں گے پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا)۔

3۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ مکالمہ:

ابراہیم علیہ السلام اولوالعزم انبیاء میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپؑ سے مکالمہ کر کے ہمیں اس کے اندر سے یہ پیغام دیا ہے کہ خبر دار! ظالموں کا آخرت میں کوئی مددگار نہیں ہو گا۔ ارشاد فرمایا:

﴿قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ﴾ (44)

(فرمایا میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا)۔

اس مکالمے کے اندر ایک اور پیغام ربانی ہمیں ملتا ہے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ اپنے نافرمانوں کو بھی رزق سے محروم نہیں رکھتا، تاہم آخرت میں محروم و معذوب رہیں گے۔

﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا آمِنًا وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ آمَنَ مِنْهُمْ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَأُمَتِّعُهُ قَلِيلًا ثُمَّ أَضْطَرُّهُ إِلَى عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ﴾ (45)

ترجمہ: اور جب عرض کی ابراہیم نے کہ اے رب میرے اس شہر کو امان والا کر دے اور اس کے رہنے والوں کو طرح طرح کے پھلوں سے روزی دے جو ان میں سے اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائیں فرمایا اور جو کافر ہوا تھوڑا برتنے کو اسے بھی دوں گا پھر اسے عذابِ دوزخ کی طرف مجبور کر دوں گا اور وہ بہت بری جگہ ہے پلٹنے کی۔

4۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مکالمہ:

حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اولوالعزم انبیاء میں شامل ہیں۔

﴿وَأَوْحَيْنَا إِلَى مُوسَى وَأَخِيهِ أَنْ تَبَوَّآ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوتًا وَاجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قِبْلَةً وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ.وَقَالَ مُوسَى رَبَّنَا إِنَّكَ آتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَأَهُ زِينَةً وَأَمْوَالًا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوا عَنْ سَبِيلِكَ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَى أَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوا حَتَّى يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ.قَالَ قَدْ أُجِيبَتْ دَعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيمَا وَلَا تَتَّبِعَانِّ سَبِيلَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾[46]

(اور ہم نے موسیٰؑ اور اس کے بھائی کو وحی بھیجی کہ مصر میں اپنی قوم کے لیے مکانات بناؤ اور اپنے گھروں کو نماز کی جگہ کرو اور نماز قائم رکھو اور مسلمانوں کو خوشخبری سناؤ۔ اور موسیٰؑ نے عرض کی اے رب! ہمارے تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو آرائش اور مال دنیا کی زندگی میں دیئے۔ اے رب ہمارے اس لیے کہ تیری راہ سے بہکاویں۔ اے رب ہمارے ان کے مال برباد کر دے اور ان کے دل سخت کر دے کہ ایمان نہ لائیں جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔ فرمایا تم دونوں کی دعا قبول ہوئی تو ثابت قدم رہو اور نادانوں کی راہ نہ چلو)۔

5۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مکالمہ:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اولوالعزم انبیاء میں ہیں۔ بنی اسرائیل کی ہدایت و راہنمائی کیلئے آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنا کر مبعوث کیا، جو بغیر باپ کے پیدا کیے گئے تھے۔ آپ علیہ السلام کے بزرگی کا اندازہ اس مکالمے سے لگایا جا سکتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام پر اپنے احسانات کا تذکرہ کیا ہے:

﴿إِذْ قَالَ اللَّهُ يَاعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِي عَلَيْكَ وَعَلَى وَالِدَتِكَ إِذْ أَيَّدْتُكَ بِرُوحِ الْقُدُسِ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَإِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِإِذْنِي فَتَنْفُخُ

فِيهَا فَتَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِي وَتُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ بِإِذْنِي وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتَى بِإِذْنِي وَإِذْ كَفَفْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَنْكَ إِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ إِنْ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ﴾[47]

(جب اللہ فرمائے گا اے مریم کے بیٹے عیسیٰ یاد کر میرا احسان اپنے اوپر اور اپنی ماں پر جب میں نے پاک روح سے تیری مدد کی تو لوگوں سے باتیں کرتا پالنے میں اور پکّی عمر ہو کر اور جب میں نے تجھے سکھائی کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل اور جب تو مٹی سے پرند کی سی مورت میرے حکم سے بناتا پھر اس میں پھونک مارتا تو وہ میرے حکم سے اُڑنے لگتی اور تو مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو میرے حکم سے شفا دیتا اور جب تو مردوں کو میرے حکم سے زندہ نکالتا اور جب میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے روکا جب تو ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر آیا تو ان میں کے کافر بولے کہ یہ تو نہیں مگر کھلا جادو)۔

ان مکالمات میں سب سے اہم پہلو انسانوں کے لیے یہ نکلتا ہے کہ جب حق واضح ہو جائے تو پھر اسے ہٹ دھرمی اور ضد زیب نہیں دیتی بلکہ اسے تسلیم کر لینے میں ہی اس کی عزت ہے۔ دوسرا پہلو اور اہم فائدہ یہ ہے کہ فریق مخالف خواہ درجہ میں کتنا بڑا ہو اگر کسی جگہ ضرورت محسوس ہو تو استفسار کیا جاسکتا ہے، جو انسانی ضمیر کی اطمینان کے لیے ضروری ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((شِفَاءُ العَيِّ السُّؤَالُ))[48]

(نہ جاننے کا علاج پوچھنا ہی ہے)۔

انسانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا مکالمہ بواسطہ رسل یا ملائکہ:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جہاں رسولوں اور نبیوں کے ساتھ مکالمات کیا ہے، اس سلسلہ کو عام انسانوں کے ساتھ بھی جاری رکھا، گو کہ ان مکالموں میں براہ راست گفت و شنید کی کوئی کیفیت نہیں رہی، بلکہ رسول یا فرشتے کے وسیلے سے ممکن ہوا ہے۔ جیسا کہ درج ذیل آیت اس امر پر شاہد ہیں:

﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ﴾[49]

(اور اے نبی (ﷺ) میرے بندے اگر تم سے میرے متعلق پوچھیں، تو انھیں بتادو کہ میں ان سے قریب ہی ہوں)۔

درج بالا آیت سے ہمیں مکالمہ کی ایک اور کیفیت معلوم ہوتی ہے ،جس میں اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے بواسطہ رسل یا فرشتے کلام فرماتا ہے، جہاں مخلوق کی غلط عقائد اور اوہام کی اصلاح کی۔ جس سے مخاصمہ کی ایک صورت سمجھ آتی کہ فریقین کے مابین کوئی غلط فہمی موجود ہو تو اسے زائل کرنے کے لیے باہمی بات چیت اور گفتگو کے اسلوب کو استعمال کرنا ہی بہتر اور احسن طریقہ کار ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کا اپنی اقوام کے ساتھ مکالمہ:

مخاصمہ یعنی بات چیت کے ضمن میں سب سے زیادہ اہم مرحلہ وہ نظر آتا ہے، جہاں قرآن مجید ان مواقع کی منظر کشی کرتا ہے، جب انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی اقوام کو مخاطب کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ان میں سیدنا ابراہیم، سیدنا شعیب، سیدنا صالح، سیدنا لوط، سیدنا موسیٰ، سیدنا نوح، سیدنا ہود علیہم السلام قابلِ ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ جن کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ بغیر نام کے کیا گیا ہے۔ ذیل میں بطور مثال آیت کا ذکر کیا جارہا ہے تاکہ اندازہ لگایا جاسکے کہ اس میں مکالمہ کی کیا کیفیات اور اسالیب تھے؟

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ إِبْرَاهِيمَ.إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا تَعْبُدُونَ.قَالُوا نَعْبُدُ أَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عَاكِفِينَ . قَالَ هَلْ يَسْمَعُونَكُمْ إِذْ تَدْعُونَ. أَوْ يَنْفَعُونَكُمْ أَوْ يَضُرُّونَ. قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا آبَاءَنَا كَذَلِكَ يَفْعَلُونَ ﴾(50)

(اور ان پر پڑھو خبر ابراہیم کی، جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا تم کیا پوجتے ہو۔ بولے ہم بتوں کو پوجتے ہیں پھر ان کے سامنے آسن مارے رہتے ہیں۔ فرمایا کیا وہ تمہاری سنتے ہیں جب تم پکارو۔ یا تمہارا کچھ بھلا بُرا کرتے ہیں۔ بولے بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے پایا)۔

سیدنا شعیب علیہ السلام کا اپنی قوم کے ساتھ دعوتِ توحید کا مکالمہ:

﴿إِذْقَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ أَلَا تَتَّقُونَ. إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ.فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ.وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ.أَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُخْسِرِينَ.وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ.وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ.وَاتَّقُوا الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْأَوَّلِينَ.قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ.وَمَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا وَإِنْ

نَظُنُّكَ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ.فَأَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِنَ السَّمَاءِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ.قَالَ رَبِّي أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾ (51)

(جب ان سے شعیب نے فرمایا کیا ڈرتے نہیں۔ بیشک میں تمہارے لئے اللہ کا امانتدار رسول ہوں تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔ اور میں اس پر کچھ تم سے اجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔ناپ پورا کرو اور گھٹانے والوں میں نہ ہو اور سیدھی ترازو سے تولو اور لوگوں کی چیزیں کم کرکے نہ دو اور زمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرو اور اس سے ڈرو جس نے تم کو پیدا کیا اور اگلی مخلوق کو۔ بولے تم پر جادو ہوا ہے۔ تم تو نہیں مگر ہم جیسے آدمی اور بیشک ہم تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں۔ تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دو اگر تم سچے ہو۔ فرمایا میرا رب خوب جانتا ہے جو تم کر رہے ہو)۔

قرآن کریم کا ادیان و نظریاتِ باطلہ کے ساتھ مخاصمہ کا اسلوب:

قرآن کریم کے مطالعہ سے اس سلسلے میں درج ذیل اسلوب اختیار کرنے پر زور ملتا ہے:

1۔ براہ راست مخاصمہ برائے دعوت توحید ورد شرک:

عقیدہ توحید مسلمانوں کے لیے سد افتخار ہے، اپنے تمام معاملات میں اس کو ترجیح دینا ان پر لازم ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ يَاأَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ﴾(52)

(اے کتاب والو! ایک مشترک بات یعنی ایک اللہ کی بندگی پر ہم سب متفق ہو جائیں)۔

اس آیت میں براہ راست مخاصمہ توحید پر متفق ہونے کی تلقین کی گئی ہے۔ اور اس سے مشترکات مراد ہیں۔

2۔ ناصحانہ اسلوب:

دین اسلام خیر خواہی کا نام ہے اور رب کائنات کا پیغام ہے، جس نے انسان کو زندگی کے تمام وسائل فراہم کیے ہیں۔ لہذا اس عظیم رب کی عظیم نعمتوں کی طرف متوجہ کرکے دعوت دینی چاہیے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَابَنِي إِسْرَائِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَنِّي فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ﴾(53)

(اے بنی اسرائیل! یاد کرو میری اس نعمت کو جس سے میں نے تمہیں نوازا تھا اور اس بات کو کہ میں تمہیں دنیا کی ساری قوموں پر فضیلت عطا کی تھی)۔

3۔ اسلوب ترغیب وترہیب:

انسانوں کی خیر خواہی کا ایک قرآنی اسلوب یہ بھی ہے کہ کبھی ترغیب کے ذریعے اور کبھی ترہیب کے ذریعے دعوت فکر دیتا ہے۔ اس اسلوب کو دعوت الی اللہ کے وقت بروئے کار لایا جائے جیسا کہ اس آیت میں مذکور ہے:

﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ مِنْ رَبِّهِمْ لَأَكَلُوا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ مِنْهُمْ أُمَّةٌ مُقْتَصِدَةٌ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ سَاءَ مَا يَعْمَلُونَ﴾(54)

(کاش! انہوں نے تورات، انجیل اور ان دوسری کتابوں کو قائم کیا ہوتا جو ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس بھیجی گئیں تو ان کے لیے اوپر سے رزق برستا اور نیچے سے ابلتا۔ اگرچہ ان میں چند لوگ راست رو بھی ہیں لیکن ان کی اکثریت سخت بد عمل ہے)۔

4۔ اسلوب انکار ورد:

قرآن کریم نے اسلوب مخاصمہ میں رد وانکار کا اسلوب بھی اپنایا ہے جیسا کہ اس آیت کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے:

﴿يَاأَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَأَنْتُمْ تَشْهَدُونَ.يَاأَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَلْبِسُونَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾(55)

(اے کتاب والو! اللہ کی آیات کا انکار کیوں کرتے ہو حالانکہ تم خود ان کا مشاہدہ کر چکے ہو؟ اے کتاب والو! کیوں حق کو باطل کا رنگ چڑھا کر مشتبہ بناتے ہو، کیوں جانتے بوجھتے حق کو چھپاتے ہو؟)

5۔ مخاصمہ کا واعظانہ اسلوب:

قرآن مجید نے خود اس کا اسلوب بتا دیا کہ لوگوں کو کس طرح دین کی طرف بلایا جائے اور ان سے مخاصمہ کس طرح کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں حکم فرما دیا کہ:

﴿ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾(56)

(اے پیغمبر (ﷺ) ! لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے پروردگار کے رستے کی طرف بلاؤاور بہت ہی اچھے طریقے سے ان کے ساتھ مناظرہ کرو، جو اس کے راستے سے بھٹک گیا، تمہارا پروردگار اسے بھی خوب جانتا ہے اور جو رستے پر چلنے والے ہیں ان سے بھی خوب وقف ہے)۔

قرآن مجید نے پہلے طریقے کو حکمت، دوسرے کو موعظت حسنہ اور تیسرے کو جدال سے تعبیر کیا۔ اوراستدلال کے یہی وہ تین طریقے ہیں جن سے ایک شخص دوسرے کے سامنے اپنا مدعا کو ثابت کرتا ہے۔[57]

6۔ مخاصمہ میں استدلال:

قرآنی نکتۂ نظر سے "حکمت" تبلیغی طریقہ کار میں اولین اہمیت کی حامل ہے۔ حکمت کا مطلب ہے کہ بیوقوفوں کی طرح اندھادھند تبلیغ نہ کی جائے بلکہ دانائی کے ساتھ مخاطب کی ذہنیت، استعداد اور حالات کو سمجھ کر نیز موقع و محل کو دیکھ کر بات کی جائے۔[58]

7- مخاصمہ میں موقع ومناسبت کا خیال رکھنا :

موقع ومناسبت کے اہمیت کے پیش نظر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حَدِّثِ النَّاسَ كُلَّ جُمُعَةٍ مَرَّةً فَإِنْ أَبَيْتَ فَمَرَّتَيْنِ فَإِنْ أَكْثَرْتَ فَثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَلَا تُمِلَّ النَّاسَ هَذَا الْقُرْآنَ وَلَا أُلْفِيَنَّكَ تَأْتِي الْقَوْمَ وَهُمْ فِي حَدِيثٍ مِنْ حَدِيثِهِمْ فَتَقُصُّ عَلَيْهِمْ فَتَقْطَعُ عَلَيْهِمْ حَدِيثَهُمْ فَتُمِلُّهُمْ وَلَكِنْ أَنْصِتْ فَإِذَا أَمَرُوكَ فَحَدِّثْهُمْ وَهُمْ يَشْتَهُونَهُ"[59]

(لوگوں کو جمعہ، جمعہ وعظ کیا کرو۔ اگر اس سے زیادہ ہو تو ہفتے میں دوبار، اگر اس سے بھی زیادہ کرنا چاہو تو تین بار اور لوگوں کو اس قرآن سے بیزار نہ کروایسا ہرگز نہ ہو کہ تم لوگوں کے پاس ایسے وقت میں آؤجب وہ اپنی کسی اور دلچسپی میں ہوں اور اس وقت ان کو وعظ شروع کر دو تو اس کا نتیجہ بیزاری ہے۔ ایسے موقع پر خاموش رہو یہاں تک کہ لوگ تم سے خواہش کریں تو ان کو سناؤ تاکہ تمہارا وعظ رغبت سے سنیں)۔

اس سے یہ بات عیاں ہو گئی کہ مخاصمہ جب مخالف مذہب سے کیا جائے اور وہ حق کو مان لیں تو دین کے معاملے میں ان کے ساتھ بے جا سختی نہ کی جائے اور کمزور طبقے کا خصوصی خیال رکھا جائے۔ ان کے حقوق ان کو دلوائے جائیں۔

8۔ مخاصم کی نفسیات کو مد نظر رکھنا:

حکمت مخاصمہ کے لیے ایک اہم بات جسے متکلم کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے وہ مخاطب کی استعداداور نفسی کیفیات ہیں۔ مثلاً عام مخاطب کی ذہنی استعداد کو ملحوظ نہ رکھتے ہوئے منقطی استدلال اور فلسفیانہ مباحث شروع کر دیئے جائیں یا کسی دانش ور سے گفتگو کرتے ہوئے بے رنگ اور بے ڈھب اندازِ گفتگو اختیار نہ کی جائے، بلکہ لوگوں سے ان کی ذہنی استعداد کے مطابق بات کی جائے۔ آپ ﷺ نے بطور خصوصی تیسیر کا حکم فرمایا:

((يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا وَبَشِّرُوا وَلَا تُنَفِّرُوا))[60]

(آسانی پیدا کرو تنگی نہیں، خوشخبری دو لوگوں میں نفرت نہ پھیلاؤ)۔

تبلیغ کے جوش میں یہ بات بھی جائز نہیں کہ آدمی جس مجلس میں چاہے چلا جائے اور کوئی بات سننے کے لیے تیار نہ ہو اور وہ اپنی بات سنانے کے لیے بضد ہو، اسے مخاطب کیا جائے۔ مکالمہ میں یہ بات بھی حکمت کے خلاف ہے کہ ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جو لوگوں کے لیے بوجھ بن جائے اور لوگ بات سمجھنے کی بجائے اس سے بھاگنے لگیں۔

9۔ مخاصمہ میں تفکر و تدبر کا مقام:

مکالمہ کا تقاضا ہے کہ مخاطب کو غور و فکر پر مجبور کیا جائے اور اسے تفکر و تدبر کی راہ پر ڈالا جائے۔ عقلی دلائل اور مشاہداتی براہین کے ذریعے دعوت حق کو موئثر بنایا جائے۔ مذاہب عالم کی تاریخ میں نبوتِ محمد ﷺ ایک منفرد ربانی آواز ہے، جس نے محض حاکمانہ قانون اور آمرانہ احکام کے بجائے عقل انسانی کو مخاطب کیا، غور و فکر کی دعوت دی اور فہم و تدبر کا مطالبہ کیا، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿تَبْصِرَةً وَذِكْرَى لِكُلِّ عَبْدٍ مُنِيبٍ﴾[61]

(یہ بصیرت اور نصیحت ہے ہر رجوع کرنے والے بندے کے لیے)۔

پورا قرآن حکیم صداقت کی نہ صرف نقلی دلیلوں سے بھرا ہوا ہے، بلکہ ہر مسئلہ کی عقلی مصلحتیں اور حکمتیں بھی صاف واضح اور ظاہر کی گئی ہیں، یہ انسان کی اپنی سمجھ اور عقل دانش پر منحصر ہے کہ وہ ان سے کتنا استفادہ کرتا ہے۔

10۔ اخلاصِ نیت کا ہونا:

دعوت ایک ایسا عمل ہے جس کے نتیجے میں قلبی حالت تبدیل ہو جاتی ہے کوئی شخص اس وقت تک اپنے عقائد، رسومات، نظریات اور خاندانی وقار کے تقاضوں کو نہیں بھلا سکتا، جب تک اسے داعی کی بے لوثی، نیک نیتی اور خیر خواہی کا یقین نہ ہو جائے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى الَّذِي فَطَرَنِي أَفَلَا تَعْقِلُونَ﴾ (62)

(میر اصلہ تو اس کے ذمہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا، بھلا تم سمجھتے کیوں نہیں؟)

حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام نے دین کو پھیلانے میں جس قدر تکلیفیں اور مشقتیں برداشت کیں ،اس کے باوجود نہ بد دعا فرماتے اور نہ کوئی بدلہ لیتے (63)

غزوہ احد میں حضور اکرم ﷺ کو لہولہان کیا جاتا ہے اور آپ ﷺ شدید ترین اذیت کے لمحات میں بدستِ دعا ہو کر یوں گویا ہوتے ہیں:

"اَللّٰھُمَّ اغفِر لِقَومِی فَاِنَّھُم لَایَعلَمُونَ" (64)

(اے اللہ! میری قوم کو بخش دے یہ حقیقت کا عل نہیں رکھتے)۔

یہ طرزِ عمل مبلغ کی خیر خواہی پر دلالت کرتا ہے اور بدترین مخالف کو بھی بالآخر حق کی طرف ضرور کھینچتا ہے۔

خلاصہ بحث:

مخاصمہ بلاشبہ ایک سچے جذبے اور حقیقی لگن کی متقاضی ہے، لیکن جوش و جنون میں موقع اور محل کا لحاظ نہ کرنا سخت مضر ہے۔ مثلاً ایک داعی حق کو ان تمام اوقات میں دعوت حق سے اجتناب کرنا چاہیے جب مخاطب اعراض اور نکتہ چینی کی طرف مائل ہو۔ نہ صرف اس حالت میں بلکہ دعوت پیش کرنے کے بعد بھی مخاطب پر عتراض، نکتہ چینی کا دورہ پڑ جائے تو داعی کو چاہیے کہ بحث کو بڑھانے کی بجائے ختم کرتے ہوئے وہاں سے ہٹ جائے اور کسی مناسب موقع کا انتظار کرے۔ مخاصمہ کے لیے بنیادی چیز عمدہ نصیحت ہے۔ عمدہ نصیحت کے دو مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ مخاطب کو صرف دلائل سے ہی مطمئن کرنے پر ہی اکتفاء نہ کیا جائے بلکہ اس کے جذبات کو بھی اپیل کی جائے۔ برائیوں اور گمراہیوں کا محض عقلی حیثیت سے ہی ابطال نہ کیا جائے بلکہ انسان کی فطرت میں ان کے لیے جو پیدائشی نفرت پائی جاتی ہے اسے بھی ابھارا جائے اور ان کے برے نتائج کا خوف دلایا جائے۔ ہدایت اور عمل صالح کی محض صحت اور خوبی ہی عقلاً ثابت نہ کیا جائے بلکہ ان کی طرف رغبت اور شوق بھی پیدا کیا جائے۔ دوسرا

مطلب یہ ہے کہ نصیحت ایسے طریقے سے کی جائے کہ جس سے دل سوزی اور خیر خواہی ٹپکتی ہو۔ مخاطب یہ نہ سمجھے کہ ناصح اسے حقیر سمجھ رہا ہے اور اپنے بلند رتبے سے لطف اندوز ہو رہا ہے بلکہ اسے یہ محسوس ہو کہ ناصح کے دل میں اس کی اصلاح کے لیے تڑپ موجود ہے اور وہ حقیقت میں اس کی بھلائی چاہتا ہے۔ علم المخاصمہ و مناظرہ کا مقصد ادلہ کے ذریعے مذاہب پر کائنات، موجودات اور موجدِ کائنات کے بارے میں اور اس کے بھیجے ہوئے رسولوں اور انبیاء علیہم السلام کے بارے میں صحیح تصور اور معلومات کو سامنے لانا ہے۔ تاکہ حق، حق اور باطل، باطل قرار پائے اور انسانیت کو درست رہنمائی فراہم ہو سکے۔ انبیاء کرام کے ساتھ کفار کے جھگڑے کو مجادلہ مذمومہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اسلام جو ایک فطری دین ہے اسے چھوڑ کر دوسرا کوئی نظریہ قبول کرنا کم عقلی و بے وقوفی ہی ہو گی۔ جس میں خود غرضی اور منافقت کا عنصر بھی شامل ہوتا ہے، حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ دنیا میں صرف اسلام ہی ایک مکمل اور سچا دین ہے۔ یہ وہ نظریہ حیات ہے، جو زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہے اور تمام انسانی مسائل کا فطری اور آسان حل بھی پیش کرتا ہے۔ پورا قرآن مجید صداقت کی عقلی دلیلوں سے بھرا ہوا ہے۔ ہر مسئلہ کی مصلحتیں او رحکمتیں صاف واضح اور ظاہر کی گئی ہیں، تاہم یہ انسان کی اپنی سمجھ اور عقل دانش پر منحصر ہے کہ وہ ان سے کتنا استفادہ کرتا ہے۔ جس انسان نے قرآن کریم کو سمجھا اور اس سے استفادہ کیا وہی کامیابی کی منزل پر ہو گا۔ متکلم کو قرآنی دلائل سے مخاطب کو قائل کرنا چاہیے۔

حواشی و حوالہ جات

(1) لسان العرب، ابن منظور الافریقی، دار صادر، بیروت، لبنان، 1414ھ، جلد 2، ص:180

(2) کتاب العین، الخلیل بن احمد الفراھیدی، دار الکتب العلمیہ، لبنان، ۱۴۲۴ھ دار الکتب العلمیۃ، ص:۴۱۴

(3) لسان العرب، ابن منظور الافریقی، دار صادر، بیروت، 1414ھ ج ثانی، ص:۱۸۳

(4) شرح الولدیۃ فی آداب البحث والمناظرۃ، محمد امین بن محمد المختار الشنقیطی، دار علم الفوائد، ۱۳۸۰ھ مجمع الفقہ الإسلامي بجدۃ، ص:۷

(5) سورۃ المومن:40/5

(6) سورۃ العنکبوت:29/46

(7) المعجم الوسیط، مجمع اللغۃ العربیۃ بالقاھرۃ، ابراہیم مصطفیٰ، دارالدعوۃ، جلد، ۲، ص: ۶۴۲۔ لسان العرب، ابن منظورالافریقی، دار المعارف، ج،۶، ص: ۷۰۹
(8) جواہر اللغات، پروفیسر بشیر احمد صدیقی، کتابستان پبلشنگ کمپنی، لاہور، ص: ۷۱۰، قاموس مترادفات، وارث سرہندی، اردو سائنس بورڈ، لاہور، ۲۰۰۱ء، ص: ۱۰۲۱
(9) تاج العروس، محمد بن محمد بن عبد الرزاق المرتضیٰ الزبیدی، طبعۃ الکویت، 1984ء۔ ج،۷، ۶:۲۴۷۔ الموسوعۃ الفقھیۃ، الجزء التاسع والثلاثون، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۲۰ھ، وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیۃ، الکویت، ص: ۳۷
(10) علمی اردو لغت، وارث سرہندی، علمی کتاب خانہ، لاہور، 2018ء، ص1427
(11) المعجم الوسیط، الجزء الاول، المکتبہ الاسلامیہ، استنبول، ۱۹۸۲ء، ص ۲۰۵
(12) سورۃ الکہف: 18/37
(13) الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، مترجم پروفیسر محمد رفیق چوہدری، مکتبہ قرآنیہ، لاہور، ص: ۱۴
(14) سورۃ النساء: ۴/ ۱۱۴
(15) سورۃ الاحزاب: 33/70
(16) سورۃ الانفال: 8/8
(17) التوبہ: 9/ 119
(18) سورۃ النحل: ۱۶/ ۱۲۵
(19) سنن ابی داؤد، ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، دارالکتاب العربی، بیروت، کتاب اللباس، باب فی لبس الشہرۃ، حدیث نمبر، ۴۰۳۳، ۴/۷۸
(20) سورۃ النساء: 4/ 58
(21) سورۃ الانعام: ۶/ ۱۵۲
(22) سورۃ ص: 38/86
(23) سورۃ الاعراف: ۷/ ۱۹۹
(24) سورۃ المائدۃ: ۵/ ۶۷

(25) مسند، أبو عبد اللہ أحمد بن حنبل بن ھلال بن أسد الشیبانی، دار مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۲۱ھ، حدیث نمبر، ۶۴۸۶/۱۱

(26) سورۃ الحجرات: ۴۹/۶

(27) صحیح مسلم، مسلم ابن الحجاج، باب النھی عن الحدیث بکل ما سمع، قدیمی کتب خانہ، آرام باغ، کراچی، 1956ء، جلد 1، ص 8

(28) سورۃ آل عمران: ۳/ ۶۴

(29) سورۃ البقرۃ: ۲/۲۵۶

(30) سورۃ یونس: ۱۰/۱۰۰

(31) الفوز الکبیر، شاہ ولی اللہ، ص 14

(32) اصول تفسیر و تاریخ و تفسیر، عبد الحمید خان عباسی، ص 58

(33) الفوز الکبیر، شاہ ولی اللہ ص: 17

(34) سورۃ آل عمران: 3/78

(35) سورۃ آل عمران: 3/74

(36) الفوز العظیم اردو شرح الفوز الکبیر، مولانا خورشید انور قاسمی، ص 42

(37) سورۃ النساء: 4/145

(38) عون الخبیر شرح الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، عبد الحمید خان سواتی، ص 65

(39) الفوز العظیم (اردو شرح) الفوز الکبیر، مولانا خورشید انور قاسمی، ص 164

(40) سورۃ البقرۃ: 2/35-39

(41) سورۃ الاعراف: 7/19-25

(42) سورۃ طہ: 20/117-124

(43) سورۃ ہود: ۱۱/۴۵-۴۸

(44) سورۃ البقرۃ: 2/124

(45) سورۃ البقرۃ: 2/124-126

(46) سورۃ یونس-10/187-189

(47) سورۃ المائدۃ: ۵ /۱۱۰

(48) سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ، باب فی المجروح تیمم، حدیث نمبر:۳۳۶

(49) سورۃ البقرۃ:2/186

(50) سورۃ الشعراء: ۲۶/۶۹-۷۴

(51) سورۃ الشعراء: ۲۶/۱۷۷-۱۸۸

(52) سورۃ آل عمران:۳ /۶۴

(53) سورۃ البقرۃ:۲/۴۷

(54) سورۃ المائدۃ:۵/۶۶

(55) سورۃ آل عمران:۳/ ۷۱،۷۰

(56) سورۃ النحل:۱۶/۱۲۵

(57) سیرت النبی، سید سلیمان ندوی، مطبع معارف اعظم گڑھ، ۱۳۳۲ھ، جلد4، ص352

(58) تفہیم القرآن، مودودی، ابوالاعلی سید، مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور، ۱۹۵۴ء، جلد1، ص۵۸۱

(59) مشکاۃ المصابیح، محمد بن عبداللہ خطیب التبریزی، کتاب العلم، 1985ء، الفصل الثالث، جلد1، ص84

(60) صحیح بخاری، کتاب العلم، باب العلم قبل القول، 2004ء، جلد1، ص25، حدیث نمبر69

(61) سورۃ ق:۵۰/۸

(62) سورۃ ہود:11/51

(63) انسان کامل، ڈاکٹر خالد علوی، الفیصل تاجران وناشران، لاہور، 2005ء، ص:۱۸۱

(64) تبلیغی نصاب، مولانا محمد زکریا، علمی کتب خانہ ،لاہور، 1967ء، ص:۹تا۱۱